ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

حسن منظر کے افسانہ سفید آدمی کی دنیا کا مابعد نو آبادیاتی مطالعہ

Post colonialism study of the Hasan Manzar's fiction 'safaid admi ke dunia'

ڈاکٹر نائلہ عبدالکریم

اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ اردو، یونیورسٹی آف میانوالی، میانوالی

ڈاکٹر قمر عباس

اسسٹنٹ پروفیسر اردو نیشنل کالج آف بزنس ایڈمنسٹریشن اینڈ اکنامکس لاہور (سب کیمپس ملتان)

ڈاکٹر رافعہ ملک

اسسٹنٹ پروفیسر اردو این۔ سی۔ بی۔ اے اینڈ ای لاہور (سب کیمپس ملتان)

Dr.Naila Abdul Karim

Assistant professor ,Department of urdu ,University of Mianwali,Mianwali

Dr.Qamar Abbas

Assistant Professor Urdu

National College Of Business Administration and Economics Lahore (Sub Campus Multan)

Dr.Rafia Malik

Assistant Professor Urdu N.C.B.A&E Lahore (Sub Campus Multan)

Abstract:

The post colonialism effects due to the colonialism system in the Indian sub-continent are very important and long-lasting. During the rule of the British there were two main character. One was the East India Company and the other was the British King. The subcontinent continued to suffer from both of them. The history of the East India Company spans many years. Who grabbed the subcontinent in different ways. And used the resources here to fill their coffers. And the people of the sub-continent also felt free to immerse themselves completely in the English culture. This paper also examines the post-colonialism impact of these motivations.

Keywords: Colonialism and post- colonialism effects, A reivew of the losses at the Hands,the East India Company and the post-colonial effec

برٹش راج کے نو آبادیاتی اثرات کے باعث مابعد نو آبادیاتی اثرات بہت اہمیت کے حامل اور دیرپا ہیں۔ انگریزوں کی حکمرانی کے دوران دو بنیادی کردار ایسٹ انڈیا کمپنی اور برطانوی بادشاہ ہیں۔ برِصغیر ان دونوں کے ہاتھوں نقصان اٹھاتا رہا۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کی تاریخ کئی سالوں پر محیط ہے۔ جس نے مختلف طریقوں سے برِصغیر کو لوٹا۔ اور یہاں کے وسائل کو اپنی تجوریاں بھرنے کے لیے استعمال کیا۔ اور برِصغیر کے لوگوں نے خود کو مکمل طور پر انگریزی تہذیب میں رنگنے میں عافیت سمجھی۔ اس مقالے میں بھی ان محرکات کے مابعد نو آبادیاتی اثرات کا جائزہ لیا گیا ہے۔

ہندوستان کی آزادی اور عزت اور شوکت تمام دنیا میں مثلِ دیگر آزاد اقوام ہمیشہ سے تسلیم کی جاتی تھی۔ چونکہ یہاں کے علومِ ہندسہ، حکمت و فلسفہ، حساب وغیرہ نے بے مثل ترقی کی تھی۔ جس سے دوسرے ممالک ایشیاء اور افریقہ وغیرہ بھی فیض یاب ہوئے تھے۔ اس لئے کہ مسلمان بادشاہوں نے یہاں کی تجارت اور اخلاق و علوم میں چار چاند لگا دیئے تھے۔ اور دور دور سے بڑے بڑے نامور اساتذہ کو بلا کر بھاری بھاری تنخواہیں دے کر انکی (ہنر مندیاں) اور کمالات ملک میں پھیلا دیئے تھے اور اس کے لیے کہ دور دراز ملکوں میں انکی تجارتیں اور آمد و رفت جاری تھی۔ تمام اقوام اور ممالک میں نہایت عزت سے دیکھے جاتے تھے۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

یہی مالک تھے۔اور باوجود اختلافِ مذاہب تمام امورِ سلطنت انہیں کے ہاتھوں میں تھے۔فرقہ واریت کا نام نہ تھا تمام ہندوستانی دنیا میں ایک شمار کیے جاتے تھے۔اگرچہ مسلمانوں کے آنے کے بعد شہنشاہیت مسلمانوں کی قائم ہوگئی تھی۔مگر مسلمان بادشاہ یہاں ہی کے باشندے بن کر یہاں کی قومیت میں داخل ہوگئے تھے۔انہوں نے اپنے تعلقات اپنے اصلی وطنوں اور قوموں سے تقریباً منقطع کر لیے تھے۔اور ہندوستانی قومیت کے جزولاینفک (علیحدہ نہ ہونے والا حصہ) بن گئے تھے۔امور حکومت میں یہاں کے اصلی باشندوں کو اس طرح شریک کر لیا تھا۔جس طرح ایک قوم اور ایک خاندان آپس میں شریک ہوتے ہیں۔شخصی سلطنت کا دارومدار سراسر رعایا کی خوشنودی پر تھا۔اور پنچایتوں کے قیام کی وجہ سے عام طور پر عوام الناس کو حکومتِ خوداختیاری حاصل تھی۔اور ادنی حکام سے لے کر بادشاہوں تک کے یہاں عام وخاص حاضرِ دربار ہوتے تھے۔جن میں ہر شخص کو اظہارِ رائے کا موقع ملتا تھا۔(01)سید طفیل احمد منگلوری نے مسلمانوں کے روشن مستقبل میں درج کیا ہے کہ

"یہ ایک مسلم امر ہے۔کہ زمانہ سابق میں عہدوں کی تقسیم میں قوم ومذہب کا کوئی سوال نہ تھا۔اور کوئی زمانہ ایسا نہ تھا جس میں ہندو راجاؤں کے ہاں مسلمان وزیر اور گورنر اور مسلمان بادشاہوں۔کے ہاں ہندو وزیر اور گورنر نہ رہے ہوں۔اس زمانہ کی نوکریوں کی ایک خصوصیت یہ ہوتی تھی۔کہ وہ نسلا بعد نسل جاری رہتی تھیں۔ملازمتوں کے بارے میں شہنشاہ اورنگ زیب کی نسبت مشہور ہے۔کہ ایک شخص نے اسے عرضی دی کہ تنخواہ تقسیم کرنے والے دونوں آفیسر آتش پرست پارسی ہیں۔انھیں برخاست کر دیا جائے۔ اس کا جواب یہ ملا۔کہ سلطنت کے کاروبار میں مذہب کو دخل نہ دینا چاہیے۔۔"(02)

یہ اس زمانہ کے بادشاہوں کا محض قول نہ تھا۔بلکہ عمل بھی یہی تھا۔چنانچہ بنگال کے مشہور عالم سر سی۔لی رائے نے اپنے بیان میں کہا۔کہ اورنگزیب کے عہد میں بنگال کے ہندوؤں کو منصب داری اور بڑی بڑی جاگیریں عطا کی گئیں۔اور بڑے بڑے زمیندار بنا دیئے گئے۔اورنگزیب نے ہندوؤں کو گورنر بنایا گورنر جنرل بنایا وائسرائے بنایا یہاں تک کہ اس نے خالص اسلامی صوبہ افغانستان پر بھی جو نائب دارالسلطنت مقرر کیا تھا وہ ہندو راجپوت ہی تھا۔یہ شہنشاہ اورنگزیب کا طرزِ عمل تھا۔جس پر ایک متعصب مسلمان بادشاہ ہونے کا الزام لگایا جاتا ہے۔(03)سترہویں صدی کے شروع میں کمپنی کی طرف سے کچھ انگریز تاجر ہندوستان پہنچے۔چنانچہ 1612ء میں اول مغربی ساحل پر بمقام سورت نووارد وں نے جن جن رعایات کی بارگاہ سلطانی میں استدعا کی وہ باخوشی عطا ہوئیں۔غرض یہ کہ ایسٹ انڈیا کمپنی اور انگریزوں کو ہندوستان کے بادشاہوں اور فرمانرواؤں نے وہ وہ رعایتیں اپنی بے تعصبی اور دریادلی سے عطا کیں کہ آج یورپ کی تمدن کی مدعی قومیں اور انسانیت کی خدمت گزاری کے بلند بانگ دعوے کرنے والی بادشاہتیں کسی دوسری قوم اور نووارد مسافروں کے ساتھ روا نہیں رکھتیں۔یہ اور اپنی مراعات تو درکنار، حقوق شہریت تک بھی دوسروں کو نہیں دیتیں۔(04)لارڈ کلیو لکھتا ہے۔

"شہر مرشد آباد مثل لندن کے وسیع آباد اور خوشحال ہے مگر فرق یہ ہے کہ مرشد آباد میں ایسے ایسے افراد ہیں جو جائیداد کے مالک ہونے میں انگلستان کے لوگوں سے بدرجہ بڑھے ہوئے ہیں۔مرشد آباد میں لاکھوں آدمی رہتے ہیں اگر وہ یورپینز کو تباہ کرنا چاہتے تو محض لاٹھیوں اور پتھروں سے کر دیتے۔"(05)

چاہیئے تو یہ تھا کہ انگریزوں میں تہذیب اور انسانیت وشرافت، عدل وانصاف، مروت واخلاق ہوتے تو ممنون احسان رہ کر دائرہ قانون اور انصاف کے ماتحت شکر گزاری کے ساتھ اپنی جائز تجارت میں مشغول رہتے۔مگر انہوں نے ابتدا ہی سے ان مراعات سے ناجائز فائدہ اٹھایا اور اپنی بربریت اور جعلسازیوں اور چالاکیوں، اور غداریوں کو ہمیشہ کام میں لا کر ہر طرح ہندوستان میں لوٹ کھسوٹ کا بازار گرم رکھا۔اور لوٹ کھسوٹ کو اس قدر دن رات مختلف پیرایوں سے کام میں لاتے رہے کہ ہندوستان کی دولت مندی ایک کہانی بن کر رہ گئی۔اور ہندوستان تمام دنیا میں سب سے زیادہ غریب فاقہ زدہ کنگال ملک ہو گیا۔(06)بقول لارڈ میکالے

"دیسی احکام کی اجازت سے انگریزوں کو اپنے قلعہ اور ان کے گردونواح میں باشندگان پر اسقدر حکومت حاصل تھی۔جس قدر دیگر دیسی علاقہ داروں

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

کو عطا ہوتی ہے۔ مگر ان کے خواب و خیال میں بھی کبھی یہ نہ آتا تھا ۔ کہ ا یک
روز ہماری قوم کل ملک پر تسلط کر کے شہنشاہی کا ڈنکا بجا دیگی۔"(07)

کمپنی اور اس کے نوکروں پر دولت کی موسلا دھار بارش شروع ہو گئی۔ اسی لاکھ روپیہ دریا کے راستے سے مرشد آباد سے کلکتہ روانہ کر دیے گئے۔ سو سے زیادہ کشتیاں تھیں۔ جھنڈیاں اڑ رہی تھیں اور باجا بجتا جاتا تھا۔ چند ماہ پہلے کلکتہ ویران تھا۔ آج ایسا خوش حال ہو گیا ہے۔ کہ کبھی دیکھنے میں نہ آیا تجارت چمک اٹھی۔ ہر انگریز کے گھر میں دولت کے آثار دکھائی دینے لگے۔(08) اس جنگ کی کامیابی نے 1857 میں ہوئی۔ کمپنی کے خالص تجارتی دور کا خاتمہ کیا جو 1608 سے شروع ہو کر پورے ڈیڑھ سال سے رہا۔ اور اب ایک وسیع ملک ہاتھ آجانے سے تجارت کے ساتھ حکومت کا دور شروع ہوا۔ (مسلمانوں کا روشن مستقبل) کمپنی دانوں کی جنگ سپاہیوں کی جنگ نہ تھی۔ بلکہ تاجروں کی جنگ تھی۔ ہندوستان کو انگلستان نے اپنی تلوار سے فتح نہیں کیا۔ بلکہ خود ہندوستانیوں کی تلوار سے اور رشوت و سازش نفاق اور حد درجہ کی دورخی پالیسی پر عمل کر کے اور ایک جماعت کو دوسری جماعت سے لڑا کر دھوکے سے یہ ملک حاصل ہوا(09) ہیولی نکلسن کے مطابق

ہم نے ہندوستان کو آزادی کو دولت بخشی کیونکہ ملٹن، لاک
، مل، برائٹ اور گلیڈاسٹون کے اعلیٰ خیالات ہی کی بدولت سب سے پہلے
ہندوستانیوں کے دماغ روشن ہوئے اور انہوں نے آزادی کے حقیقی مفہوم
کو سمجھا۔(10)

دنیا کی تاریخ میں غیر ملکی دورِ حکومت کو کئی نقطہائے نظر سے دیکھا گیا ہے نو آبادیاتی نظام جن جن ملکوں میں بھی قائم ہوئے وہ فتح کی صورت میں قائم ہوئے وہ معاشرے جو طاقتور اور سامراجی قوتوں کے ہاتھوں شکست خوردہ ہوئے انہوں نے شکست کے بعد اپنی قوت و توانائی کھو دی ان کی مزاحمت کی تحریکوں کو سختی سے کچل دیا گیا ان پر نو آبادیاتی طاقتوں میں اس وقت تک حکومت کی۔ جب تک ردِ عمل کے طور پر ان معاشروں میں دوبارہ سے طاقت و توانائی نہیں آگئی اور انہوں نے مضحامتوں اور بغاوتوں سے نو آبادیاتی حکومت کو کمزور نہیں کر دیا(11) یہاں پر ایک سوال یہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ اگر ہندوستان میں برطانوی اقتدار قائم نہیں ہوتا اور ہماری تاریخ کا تسلسل برقرار رہتا اور اس تسلسل میں تبدیلیاں آتیں۔ روایات و اقتدار اور اداروں میں شکست و ریخت ہوتی۔ ذہن بدلتا پرانی عادات اور رسومات میں تبدیلی آتی۔ اور اس طرح سے اندرونی طور پر برطانوی عہد میں جو تبدیلیاں آئیں وہ باہر سے معاشرہ اپنی ساخت اور ہئیت بدلتا۔ تو اس پورے عمل میں ہمارے معاشرے میں اپنی تہذیب و ثقافت کی روح موجود رہتی۔ آئیں، اوپر سے آئیں جب نئے اداروں کی تشکیل ہوئی، نئی روایات و اقتدار بنیں اور نئے ذہن کی تشکیل ہوئی تو اس نے ماضی سے ہمارا رشتہ توڑ دیا اس نے معاشرہ کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا ایک وہ جو جدید یورپی نظام اور یورپی نظریات کو ماننے والے ہیں دوسرے وہ جو اب تک قدیم ماضی سے جڑے ہوئے ہیں ایک اپنے ماضی اور روایات کو حقارت ایک یورپ کے ماڈل پر معاشرے کی کی تعمیر چاہتا ہے تو دوسرا حیا کے ذریعے ماضی کو لوٹا کر اس میں سے دیکھتا ہے دوسرا ان میں شان و شوکت اور افادیت ڈھونڈتے ہیں مسائل کا حل تلاش کرتا ہے غیر ملکی اقتدار کے بارے میں ایک دلیل یہ دی جاتی ہے کہ اگر نو آبادیاتی نظام ترقی یافتہ ہو تو اپنے زبردست ملکوں میں ترقی کے عمل کو تیز کر دیتا ہے اور نتیجتا معاشرہ ترقی کرتا ہوا اس مقام پر جلدی پہنچ جاتا ہے کہ جہاں وہ اپنی اندرونی جہد و جہد اور عمل کے بعد پہنچتا۔ چنانچہ اس نقطہ نظر سے جب برطانوی عہد کا تجزیہ کیا جاتا ہے۔ تو یہ دلیل دی جاتی ہے کہ اس کی وجہ سے ہندوستان جدیدیت سے روشناس ہوا۔ مغربی تعلیم نے روشن خیال طبقے کو بیدار کیا۔ مشرقی معلوم پر نئی تحقیق نے انہیں ایک نئی زندگی نئی جہت دی۔ یورپی سائنس، اور دوسرے سماجی علوم نے عقلیت کو بڑھاوا دیا۔ معاشرے میں نظم و ضبط کے اصول آئے جن کی بنیاد پر جماعتیں بنی اور پھر متحد ہو کر جد و جہد کے اصول کو اختیار کیا۔ مغربی تہذیب کے زیر اثر ایسے نئے سیاسی ادارے بنے۔ جن کی وجہ سے نچلے طبقوں کو ابھرنے کا موقع ملا۔ نئی تعلیم نے نئے نئے پیشے پیدا کیے جن میں ڈاکٹر، وکیل، صحافی اور جج وغیرہ شامل ہیں لیکن اس پر یہ بھی اعتراض ہے کی تبدیلی کے اس عمل نو آبادیاتی حکومت کے اپنے مفادات تھے۔

اگرچہان کا فائدہ ہندوستانی معاشرہ کو بھی ہوا مگا نھوں نے اپنی حکومتکے استحکام کو برقرار رکھنے کے لیے اونچی ضات کے لوگوں کو زیادہ سے زیادہ مراعات دے کر انہیں اپنے ساتھ ملایا-(12) بقول اولیوس

"نو آبادیاتی نظام میں پرانی شراب نئی بوتلوں میں بھر دی گئی۔ جب انگریزی زبان
"سرکاری زبان بنی تو اس کے سیکھنے والے اونچی ذات کے برہمن اور کاسیتھ تھے
۔ مسلمانوں میں بھی طبقہ اعلی کے افراد نے اس سے فائدہ اٹھایا۔ اس طرح مراعات
اوپر کے لوگوں میں ہی محدود رہیں۔ تعلیم کے علاوہ تجارت میں میواڑی، پارسی اور نئے

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

انگریزوں سے مل گئے۔اوران کے لیے دلال یاساہوکار کا کردار ادا کیا۔زراعت کے
میدان میں زمیندار اور جاگیر داران کے معاون بن گئے۔اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ
تاجر اور زمیندار طبقے تبدیلی کے ایجنٹ نہیں بنے۔بلکہ انھوں نے نوآبادیاتی نظام
کو مضبوط و مستحکم کیا۔"(13)

جب برطانوی اقتدار قائم ہوا تو اس وقت ہندوستانکے دانشوروں کو یہ سوچنے کا موقع ملا کہ وہ ان وجوہات کو تلاش کریں جن کی وجہ سے انھوں نے انگریزوں سے شکست کھائی اوران کے زیر دست ہوئے۔راجہ رام موہین رائے کی ہر ہیموسماج اور سرسید کی اجہ رام موہن رائے کی ہر ہیموسماج اور سرسید کی تحریک اسی پس منظر کی پیدوار تھیں۔ان تحریکوں نے ایک ایسا تعلیم یافتہ طبقہ پیدا کیا کہ جس نے اپنی سوچ کے معیار بدل ڈالے اور روایات وعقیدہ کی بجائے عقل ودلیل کے ذریعہ ہر چیز کو پرکھا جانے لگا اس کی ایک مثال ہے۔(14) کہ جب مولا سنکر انامی ایک شخص نے ایک لاش کی مدد سے انسانی جسم کا مطالعہ کیا۔تو اس کو معلوم ہوا کہ مذہبی کتابوں میں انسانی جسم کی توانائی کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے وہ غلط ہے۔تو اس نے تجربہ کے بعد ان تمام مذہبی کتابوں کو پھاڑ دیا کہ جن میں غلط معلومات تھیں اور لاش کے ساتھ انھیں بھی ردیا میں بہادیا۔اس کا یہ قدم علامتی تھا۔کہ اب ان کتابوں کی کوئی ضرورت نہیں۔اب نئے حالات ہیں، نئی تحقیقات ہیں۔انھیں میں سچائی ڈھونڈنے کی ضرورت ہے۔(15)جب ہندوستان میں نوآبادیاتی نظام کے خلاف تحریک چلی تو اس کا ایک اہم سبب یہ تھا۔کہ اس نظام نے ہندوستان کو اقتصادی و معاشی طور پر مفلس و غریب اور پس ماندہ بنادیا ہے۔مولوی ظہیر الدین احمد دادابھائی نوروجی کے بارے میں بیان کرتے ہیں۔

"1873ء میں نوروجی انگلستان واپس گئے ہندوستان کے مالیات سے
متعلق مشہور فاکٹ کمیشن کے سامنے گواہی دیتے ہوئے انہوں نے
بتایا کہ اس ملک کی غربت اور افلاس کے اسباب کیا ہیں اور یہاں کی آمدنی
کا اوسط فی شخص بیس روپیہ سے زیادہ نہیں ہے۔ محصولوں کا بار اٹھانا مشکل
ہے۔ محصول کی صورت جو روپیہ وصول کیا جاتا ہے وہ سب کا سب ملک
کے باہر بھیج دیا جاتا ہے جس کی وجہ سے ملک کی دولت برابر کم ہوتی جارہی
ہے ان امور کو ثابت کرنے کے بعد نوروجی نے انگریزوں سے
درخواست کی۔کہ وہ ہندوستان کے ساتھ ان کا جو رویہ رہا ہے اس
پر غور کریں کہ کس حد تک درست ہے"۔(16)

دادابھائی نوروجی نے کہا کہ لوگ دن بدن غریب و مفلس ہورہے ہیں۔آر سی دت نے اپنی مشہور کتاب "ہندوستان کی معاشی تاریخ" میں اس نقطہ نظر کو پیش کیا کہ نوآبادیاتی نظام نے کس طرح سے ہندوستان کی صنعتی ترقی اور پھیلاؤ کو روک دیا ہے اور اپنے مفادات کے تحت اسے غیر صنعتی بنادیا ہے۔اس کے ثبوت میں انھوں نے لکھا کہ :

"ہندوستان میں درآمد ہونے والے سوتی کپڑے کی مالیت غدر کے زمانے میں پانچ ملین پاؤنڈ
تھی لیکن 1859 ء میں وہ تیزی سے بڑھ کے آٹھ ملین پاؤنڈ اور اگلے دس سال میں اس کی
دوگنی ہوگئی۔ہندوستان کے لوگ 1859 ء میں جتنا سوتی کپڑا استعمال کرتے تھے 1859 ء
میں اس سے زیادہ استعمال نہیں کرنے لگے تھے درآمد ہونے والے کپڑے میں اضافہ
ظاہر کرتا ہے کہ اسی حد تک ہندوستان میں کپڑا کم تیار ہوا معاشی نقطہ نظر سے دیکھا جائے
تو لوگوں کو سستے کپڑے سے فائدہ ہوا لیکن کپڑے کی صنعت کو پہنچنے والے نقصان
کی وجہ سے انہیں فائدے سے کہیں زیادہ نقصان ہوا اس نقصان کی تلافی کسی دوسری
صنعت سے نہیں کی گئی اور لاکھوں بنکر کھیت مزدوروں میں تبدیل ہوگئے جس کی وجہ سے
زمین پر پڑنے والا بوجھ بڑھ گیا۔"(17)

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

ہندوستان کی ٹیکسٹائل کی صنعت کے اس حوالے سے ثابت ہوا کہ ہندوستان کی صنعت ایک وقت میں یورپ سے زیادہ ترقی یافتہ تھی مگر پھر اس صنعت کو کسی طرح سے انگریز تاجروں نے اور بعد میں انگلستان میں ہونے والے صنعتی انقلاب نے تباہ کر دیا۔تب اہل ہندوستان کو اس بات کا اندازہ ہوا کہ نوآبادیاتی نظام کس طرح سے ان کا معاشی استحصال کر رہا ہے یہ وہ معاشی شعور تھا کہ جس نے آگے چل کر سیاسی تحریکوں کو پیدا کیا یہ سیاسی تحریکیں اس طبقہ سے شروع ہوئیں جس نے برابری کی سطح کی ڈیمانڈ کی اور انگریزی حکومت کے استحصالی کردار کو اجاگر کیا مگر ہندو مسلم اتحاد میں جو تضادات ابھرے ان میں سے اہم مسئلہ قوم پرستی کا تھا۔لہذا جب قدیم ہندوستان کی تاریخ اور کلچر کے احیاء کی تاریخ چلی اور اس بنیاد پر ہندوستانی قوم پرستی کی تشکیل ہونا شروع ہوئی تو مسلمانوں نے اس پورے عمل میں اپنے لیے کوئی جگہ نہ نہیں پائی اس طرح انہوں نے خود کو ہندوستان میں اجنبی بنا دیا اسی کے بطن سے "دو قومی نظریہ" پیدا ہوا پاکستان کے قیام کے بعد آزادی سے جو توقعات لوگوں نے وابستہ کی تھیں۔وہ پوری نہ ہوئیں۔ 1947 سے لے کر اب تک پاکستان میں جو حکومتیں آئیں انہوں نے نا تو اس ملک کو سیاسی استحکام دیا نہ ہی ملکی معیشت کو سدھارا اور نہ ہی سماجی اور ذہنی طور پر ترقی کے راستوں کو ہموار کیا اگر آزادی کے بعد ہمارے حکمرانوں نے کام کیا ہوتا تو نوآبادیاتی دور کی برکات واضح نہ ہوتیں تاہم ایڈورڈ سعید کے مطابق

"نوآبادیات کے خاتمے کا عمل مختلف سیاسی مقدروں، مختلف تواریخ اور جغرافیوں کی خاطر
ایک بہت پیچیدہ لڑائی ہے اور یہ تخیل تحقیق جوابی تحقیق کے کاموں سے لبریز ہے۔
جدوجہد نے ہڑتالوں، مارچوں متشدد، حملوں سزا اور جواب سزا کی شکل اختیار کی
اس کا تانا بانا ناول نگاروں، نوآبادیاتی افسروں کی (مثلا) ہندوستان کے بارے میں
تحریروں، بنگال میں لگان کی سکیموں، ہندوستانی معاشرے کی ساخت کے متعلق
تصانیف سے بنا ہے۔اور ان کی حکومت میں زیادہ بڑے حصے کے متعلق ناول لکھنے
والے ہندوستانیوں کے جواب میں دانشوروں اور خطیبوں نے زیادہ بڑے وعدوں اور
جوش آزادی کے تحت عوام کو تحریک دلائی"۔(18)

سامراجیت کی وسعت اور گہرائی میں اضافہ ہونے پر خود نوآبادیوں میں بھی وسعت آئی اور مدافعت شدید ہو گئی جس طرح نوآبادیوں کو عالمی منڈی کی معیشت میں اکٹھا کر کے یورپ میں جمع شدہ عالمی منافع کو ایک ثقافت نے سہارا دیا۔اور قابل بنایا ۔اسی طرح سمندر پار میں بہت سیاسی اقتصادی اور عسکری مدافعت کو مدافعت کی نہایت اشتعال انگیز اور چیلنجنگ ثقافت نے بڑھاوا دیا یہ بجائے خود ایمانداری اور طاقت کی ایک طویل روایت والی ثقافت تھی۔نہ کہ محض مغربی سامراجیت کا ایک تاخیری رد عمل ہے(19)

جب ایک مرتبہ ریاست اور اس کے ادارے کی کرپشن بدعنوانی اور لاقانونیت کی علامت بن جائیں تو پھر معاشرے میں ایمانداری اعلی ظرفی پیشہ ورانہ فرائض کی ادائیگی کا احساس ختم ہو جاتا ہے۔معاشرہ میں اس وقت تک لوگوں میں توانائی اور جان رہتی ہے کہ جب تک انہیں امید ہو کہ تبدیلی کے ذریعے حالات کو بدلا جا سکے گا لیکن جب بار بار کی تبدیلیاں حالات کو بدلنے میں ناکام ہو جائیں تو اس وقت معاشرے میں بے حسی اور جمود طاری ہو جاتا ہے اور لوگوں میں حالات کو تبدیل کرنے کے جذبات سرد پڑ جاتے ہیں ان حالات میں لوگوں کے لیے ایک ہی راستہ رہ جاتا ہے کہ وقت کے ساتھ سمجھوتہ کر کے اپنی بقاء کے لیے جدوجہد کی جائے اس بقاء کی جدوجہد میں لوگ بدعنوان ،خوشامد، منافقت اور بے عزتی کو اختیار کرتے ہوئے نہیں جھجکتے ہیں۔یہی وہ صورتحال ہے کہ جس سے آج ہمارا معاشرہ دوچار ہے۔(20) حسن منظر کے افسانے سفید آدمی کی دنیا ایک ایسی فیملی کی کہانی ہے جس میں تین بچے ٹینا ،فیونا اور ان کا بھائی ، ممی اور پپا ہیں اس کے علاوہ ایک دادا اور دادی ہے بہن ٹینا انگریزی کتابیں اینڈ بلائیٹین کی پڑھتی ہے اور سب سے اچھی کتاب "ھائیڈی" سمجھتی ہے جبکہ ممی کے مطابق ٹالسٹائی، ٹامس مسان اور ڈوسٹوفسکیڈو بھی بڑے بڑے لکھنے والوں میں شمار ہوتے ہیں ۔لارڈ میکالے نے کہا کہ یورپ کے کسی اچھے کتب خانہ کی محض ایک الماری ہندوستان اور عرب کے سارے ادبی سرمایہ پر بھاری ہے -(21) مابعد نوآبادیات میں بھی ہم نے تہذیبی و ثقافتی کم ظرفی کو خوب سنبھالا دیا۔انگریزی لائف اسٹائل اور انگریزی کو انگریزی لب ولہجے میں بولنا، اور انگریزی پڑھنا ہی افضل سمجھا جاتا ہے۔ ایلیٹ کلاس کے بچے آج بھی یورپ سے ڈگری حاصل کر کے آتے ہیں۔تو انھیں مقامی ڈگری ہولڈرز کی نسبت اہمیت دی جاتی ہے۔دنیا کے بہت سے ملک نوآبادی رہے ۔جیسے فرانس، بیلجیم، روس اور پرتگال وغیرہ لیکن کشمکش نوآبادی اثرات ایسے تھے۔جو ہر جگہ دیکھنے کو ملتے ہیں۔اس افسانے میں بھی ان اثرات کی عکاسی ملتی ہے۔نظامِ تعلیم بھی دو حصوں میں تقسیم چلا آرہا ہے اور افضل ترین زبان انگریزی ہے اس زبان کے بولنے والے مہذب ہوتے ہیں ماں باپ نوآبادیات میں آج بھی اپنی علمیت اور بڑا پن

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

ظاہر کرنے کے لیے انگریزی زبان کا فر فر بولنا ضروری خیال کرتے ہیں۔(22)اس افسانے میں بھی جب ایک ایشین عورت ٹرین پر سوار ہوتی ہے تو سفید عورت پہلے تو گھبرا جاتی ہے مگر جب وہ ایشین عورت کو انگریزی بولتے دیکھتی ہے تو کچھ سنبھل جاتی ہے افسانے میں اس کی عکاسی کچھ یوں ملتی ہے۔

"سفید عورت نے اس قافلے کو دیکھ کر گھبراہٹ سے پہلے تو "او
---نو! "کہا تھا لیکن جب وہ ایشین عورت قلی سے انگریزی میں
بات کرنے لگی تو سفید عورت کی گھبراہٹ کچھ کم ہوئی۔"(23)

اصل میں نو آبادیاتی نظام کی ابتداء مصر اور یونان سے ہوئی پھر ایک وقت میں روس برطانیہ فرانس اور ڈچ نو آبادیاتی قوتیں بنی ۔(24)اس افسانے میں بھی دادا ڈچ اور دادی افریقن ہیں لیکن دونوں میں نفرت کی خلیج تھی اور دادی ایسی جگہ رہتی تھی جہاں صرف گورے لوگ رہتے ہیں ۔افسانے میں جس کا ذکر کچھ یوں ہے۔

"مجھے اس بڑھیا سے نفرت ہے وہ اپنے گھر میں اکیلی رہتی ہے
اور اس کا گھر ایسے علاقے میں ہے جہاں بس بہت امیر آدمی
رہ سکتے ہیں وہ کہتی ہے اس کے علاقے میں نہ افریقہ کے لوگ
ہیں نہ ایشیا کے صرف گورے لوگ ہیں"۔(25)

دادا نے زیادہ وقت انڈونیشیا میں گزارا۔تاکہ وہ بڑھیا سے دور رہ سکیں۔پھر بعد میں کسی ایسی عورت کے ساتھ رہنے لگے جو گوری نہیں تھی اور ایک بار ڈربن میں ٹیکسی میں کہیں جا رہے تھے تو دونوں کو پولیس پکڑ کر اسٹیشن لے گئی کیونکہ دونوں کی رنگت فرق تھی اور اس بات کے حکومت خلاف تھی۔

"ایک دفعہ دادی نے ہانپتے ہوئے میرے پاپا سے کہا مجھے کوئی فکر نہیں
کہ تمہارا باپ کہاں اور کس کے ساتھ رہتا ہے
“He was low and that is
what he proved by living with a dark woman
وہ گرا ہوا آدمی تھا اور یہی اس نے ایک اندھیری عورت کے
ساتھ رہ کر ثابت کر دکھایا"(26)

"ڈارک" سے مراد یہاں کالے لوگ ہیں ۔ جبکہ اس افسانے میں ٹینا کا بھائی ڈارک کی اصطلاح سے واقف نہیں۔وہ سمجھتا ہے کہ شاید لوگ اندھیرے سے ڈرتے ہیں یا اس چیز سے جو اندھیرے کی طرح کالی ہو سکول کے پلیز میں شیطان کو کالے کپڑے پہنے یا منہ پر کالک ملے ہوئے دیکھا اور افریقہ کے جس براعظم میں یہ خاندان رہائش پذیر تھا لوگ شاید وہاں پہلے پہاڑوں میں بڑے بڑے کھڈوں میں رہتے تھے جہاں بجلی وغیرہ نہیں تھی لیکن اندھیرے کے ڈر سے باہر نہیں نکلتے تھے بالکل اسی طرح کہ جب کسی چھوٹے سے شہر میں بجلی نہ ہو اور اندھیرا چھا جائے مگر لوگ بچھو کے کاٹنے اور شیر بھیڑیوں کے ڈر سے باہر نہ نکلیں لیکن ٹینا کے بھائی کو اندھیرے سے ڈر نہیں لگتا اور وہ کالے لوگوں سے نہیں ڈرتا

یہ گوری رنگت کا خمار بھی نو آبادیاتی نظام کی بخشیش ہے جس کا مطلب کالے رنگ سے نفرت کر کے احساسِ محرومی پھیلانا تھا اور گوری چمڑی کو اعلیٰ افضل منوانا تھا ۔انگریزوں نے ہمیشہ کالے رنگ کو ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھا اس لیے کالے رنگ کو کسی بھی نو آبادی میں حقارت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے لوگ آج بھی گورے اور کالے رنگ کے امتیاز میں مقید ہیں(27)حسن منظر کے افسانے میں بھی تین قسم کے لوگوں کا ذکر ملتا ہے نیگرو ،ایشین اور سفید-نیگرو لڑکی سے شادی کے حوالے سے ایک دن ٹینا کا بھائی اپنے پاپا سے پوچھتا ہے

"ڈیڈا گر بڑا ہو کر میں کسی نیگرو یا اندھیری لڑکی سے شادی کروں
تو یہ بری بات ہو گی پاپا نے ہنستے ہوئے کہا نہیں یہ بری بات
تو نہیں ہو گی"(28)

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

گھریلو ہنسی مذاق کے بعض مواقع پر ڈیڈ کے منہ سے ایک لفظ نکلتا ہے ہیپو کریٹ یعنی ٹینا کی ممی کے مطابق ہیپو کریٹ ایسے آدمی کو کہتے ہیں جس کے دل کے اندر کچھ اور ہو اور باتیں وہ کچھ اور کرتا ہو لیکن بہن فیو ناجو ہے وہ ہیپو کریٹ کو ہپوہی کی قسم کا کوئی بڑا جانور سمجھتی ہے بلکہ ہپو سے بھی بڑا جو یہاں دریاؤں میں عام ہے اور کبھی کبھی کشتی بھی الٹ دیتے ہیں

اگر دیکھا جائے تو ہیپو کریٹ کا لفظ نو آبادیاتی نظام میں بھی اپنا وزن رکھتا تھا جس نے برصغیر کی تہذیب و ثقافت کو یکسر الٹ پلٹ کر رکھ دیا۔ نسلی برتری کا تصور یہاں برصغیر میں بہت سرائیت سے اور مختلف اشکال میں آج تک موجود چلا رہا ہے انگریز نو آبادکار نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ نو آدی کو یہ پوری طرح باور کروادیا کہ وہ نسلی لحاظ سے ادنی درجے کے ہیں اور ان کے لیے کالے لوگ نیٹو اور دوسرے دیگر حقیر الفاظ متعارف کروائے گئے ان کالے لوگوں کو یہ بھی ذہن نشین کروا دیا گیا کہ گورے اعلی نسل سے تعلق رکھتے ہیں اور گوری نسل کے لوگوں کی تہذیب و ثقافت بھی اعلی درجہ کی حامل ہے۔(29)

اسی افسانے میں جب سفید عورت ٹرین پر سفر کے لیے سوار ہوتی ہے تو ایک ایشین عورت بچے کو گود میں لیے اور ایک نیگرو نوکر ذرا بڑے لڑکے کو اٹھائے ہوئے ٹینا لوگوں کے کمپارٹمنٹ کی طرف بڑھے۔ اور ساتھ میں ٹینا کی عمر کی لڑکی قلی سے باتیں کرتے ہوئے سوار ہوئے تو سفید عورت نے نیگرو کے اپنے کمپارٹمنٹ میں سوار ہونے پر اعتراض کیا ۔ یہاں تک کہ ٹرین کو روادیا اور رونا شروع کر دیا۔ اس کے دو ساتھیوں نے سفید عورت کو ٹرین سے اتر کر جہاز پر سفر کرنے کا مشورہ دیا۔ مگر پھر نیگرو گارڈ نے سفید عورت کو کسی دوسرے کمپارٹمنٹ میں جگہ دے دی۔ افسانے میں اس صورتِ حال کو کچھ یوں بیان کیا گیا ہے۔

"نہیں یہ اس کمپارٹمنٹ میں سفر نہیں کر سکتا۔ سفید عورت نے اس
طرح کہا جیسے وہ اپنے نوکر سے بات کر رہی ہو۔ کیوں نہیں؟
ایشین عورت نے بھی اسی لہجے میں پہلی بار کہا۔ اس لئے کہ
-----اس لئے کہ ---وہ کچھ کہتے ہوئے رک گئی۔ اور پھر بولی۔
اس لئے کہ نوکروں کیلئے درجہ علیحدہ ہوتا ہے"۔(30)

افسانے کے اس پیراگراف سے نو آبادیاتی نظام کے تحت آقا اور غلام کی زندگی میں تفریق واضح ہوتی ہے۔ اصل میں سفید لوگوں کا یہ پکا یقین تھا کہ زیادہ سے زیادہ زمین کا حاصل کرنا ہر آزاد آدمی کا حق ہے جس کی دلیل میں وہ بائبل کی تعلیم کی بات کرتے ہیں کالوں اور گوروں کی برابری کی پالیسی بائبل کی تعلیم کے خلاف ہے۔ لہذا گوروں کے مطابق کالوں اور گوروں کے لیے برابر حقوق خدا کے قانون کے خلاف بات کی گئی ہے۔ اصل میں یہ تعصب، تنگ نظری اور نسلی تفاوت نو آبادیاتی نظام کا مرہونِ منت تھا۔ دراصل ہندوستان میں ایسٹ انڈیا کمپنی کی آڑ میں انگریزوں نے نو آبادیاتی نظام کا آغاز کیا۔

کیپیٹل ایک ایسی جگہ کا نام تھا۔ جہاں ٹینا کے والد کی ٹرانسفر ہوئی تھی۔ کیپیٹل کے ریلوے اسٹیشن پر ایک بڑی سی بھگی جس پر برٹش بادشاہ یا ملکہ نے اس شہر کی کبھی سیر کی تھی۔ وٹینگ لاؤنج کے بیچ میں پیتل کی پلیٹ پر کچھ لکھ کر بلاک میں سیمنٹ سے لگایا ہوا تھا۔ جسے ٹینا نے پڑھا۔ جس پر جو تحریر کنداں کی گئی تھی۔ وہ یہ تھی

"جب یہاں انگریزوں کی حکومت تھی۔ تو 18 سو کتنے میں کون
بادشاہ یا ملکہ بگھی میں بیٹھے تھے۔"(31)

پپا اور ان کے دوست کی باتوں میں آسٹریلیا کے پرانے باشندوں کے علاوہ ریڈانڈینز، یورپ سے آنے والے اسرائیلی اور دوسری قسم کے یہودیوں کا جو یورپینز نہیں تھے کا ذکر بھی آیا۔ اجس کا اظہار ٹینا کے بھائی نے ان الفاظ میں کیا ہے۔

"مجھے ایسا لگ رہا تھا جیسے ہر ملک پر سفید لوگوں نے قبضہ کر لیا ہے
اور وہ پاگل کی طرح دوڑ رہے ہیں کہ کس طرح زیادہ سے زیادہ
زمین اپنے قبضے میں کر لے خواہ اس کے لیے انہیں نیگروز، ریڈانڈینز
اور نہ جانے کتنے دوسرے قسم کے اندھیرے لوگوں کا
خاتمہ کرنا پڑے"(32)

جب ٹینا کے پپا کا ڈرائیور فوت ہوا تو اسے دفنانے کے وقت مسلمانوں والا تجہیز و تکفین کا طریقہ اپنایا گیا۔ جسے صرف چھ فٹ زمین درکار تھی جو اس بات کا ثبوت ہے کہ نو آبادیاتی نظام نے انسان کے اندر زمین ہتھیانے کا جو لالچ پیدا کر دیا ہے اس پر غور کیا جائے تو سوائے چھ فٹ زمین کے انسان کو کچھ نہیں چاہیے ہوتا اس لیے ٹینا نے کہا

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

چھ فٹ سر سے لے کر پیر کی انگلیوں تک صرف چھ فٹ زمین
" حقیقت میں سے چاہیے تھی"(33)

پھر جب ٹینا، فیونا، ممی، پپا اور بیٹا سفر کے دوران ایسے جانے پہچانے راستوں سے واپس ڈربن جا رہے تھے۔ جیسے کولینزو، لیڈی اسمتھ، پیٹر میرٹس برگ وغیرہ۔ تو سب شہروں کو خاموش پایا۔ ہر سفید افریکانیز کسان کا گھر میلوں لمبی زمین کے بیچ میں چپ چاپ کھڑا پایا تھا۔ اور نیگرو نوکروں کے چھوٹے چھوٹے گھر تھے۔ ایک دوسرے کے اندر گھسے ہوئے۔ بقول ٹینا کے بھائی۔

"میں نے دن میں بھی پیٹر میرٹس برگ کی سڑکوں کو سونسان پایا تھا۔
اور اس وقت تو باوجود اس کے کہ ان میں روشنی تھی۔ مجھے ان سے ڈر
لگ رہا تھا۔ جیسے یہاں لوگ رہتے ہی نہ ہوں۔"(34)

ڈربن واپس پہنچنے پر ٹینا کے بھائی نے وہی سوال پوچھا "تو پھر کیا ٹینا جھوٹ بول رہی تھی؟ کہ ٹالسٹائی کے مطابق ایک آدمی کو صرف چھ فٹ۔۔۔۔۔۔۔۔ جبکہ یہاں تو اس کے برعکس سفید آدمی کو نجانے کتنی زمین چاہیے۔ اتنی کہ ان کے اپنے مصنف ٹالسٹائی کی بات بھی چھ فٹ والی حقیقت کے برعکس لگتی ہے۔

اس افسانے کے مابعد نوآبادیاتی تجزیہ کے بعد اگر آج بھی اپنے معاشرے میں آس پاس کے لوگوں کا جائزہ لیں تو اعلیٰ طبقہ مقامی لوگوں سے مناسب فاصلہ رکھتا ہے اور نیگرو لوگوں کے لیے کوئی حوصلہ افزا اور عزت افزاء الفاظ کا استعمال نہیں ہوتا اور نیگرو نوکر جاگیر دار کی کوئی بھی چیز اپنے لیے استعمال نہیں کر سکتا۔ نوآبادکار نے زبان کے ساتھ بھی جو کھیل کھیلا وہ مابعد نوآبادیاتی دور میں بھی ویسا ہی کھیلا جا رہا ہے آج بھی اعلیٰ درجے کے لوگ انگریزی بولنے میں فخر محسوس کرتے ہیں اور یہ بات ان کے لیے کسی تعجب کا باعث نہیں کہ وہ اردو نہیں بول سکتے۔ برطانوی نوآبادکار نے شروع سے حکمران نوآبادکار اور مقامی لوگوں یا عام پبلک کے درمیان ایک فیصلہ رکھا۔

حوالہ جات

1۔ محمد عباس شاد، مولانا، مرتب "برطانوی سامراج نے ہمیں کیسے لوٹا" طیبہ پبلشرز، س،ن، ص،18
2۔ طفیل احمد منگلوری، سید "مسلمانوں کا روشن مستقبل" نظامی پریس بدایوں، 1931، ص،27
3-ایضا، ص،28
4۔ محمد عباس شاہ، مولانا، مرتب "برطانوی سامراج نے ہمیں کیسے لوٹا" ص،63
5۔ طفیل احمد منگلوری، سید "مسلمانوں کا روشن مستقبل" ص،50
6۔ محمد عباس شاہ، مولانا، مرتب "برطانوی سامراج نے ہمیں کیسے لوٹا" ص،64
7۔ میکالے، لارڈ "سوانح عمری روبوٹ کلیو" منشی گنگا پرساں ورما و برادران پریس، لکھنو، 1840، ص،08
8۔ ایضا، ص،51
9۔ ایضا، ص،49
10۔ مبارک علی "برطانوی راج" ایک جائزہ، فکشن ہاؤس مزنگ روڈ، لاہور، 1999" ص،10
11۔ اص،11
12۔ ص،13
13۔ اص،14
14۔ ص،15
16۔ ظہیر الدین احمد، مولوی "دادا بھائی نوروجی" مکتبہ ابراہیمیہ مشین پریس، حیدر آباد دکن، 1939، ص،12
17۔ رمیش دت "ہندوستان کی معاشی تاریخ" جلد دوم، مترجم، غلام ربانی تاباں، ترقی اردو بورڈ، نئی دہلی، 1979، ص،357
18۔ ایڈورڈ سعید، "ثقافت اور سامراج"، مترجم، یاسر جواد، مقتدرہ قومی زبان، پاکستان، اسلام آباد، 2009 ص،201
19۔ ایضا،
20-مبارک علی "برطانوی راج" ایک جائزہ، ص، 97تا99
21-صدیقی، عبدالحمید "میکالے کا نظریہ تعلیم" روہیل کھنڈ لٹریری سوسائٹی، کراچی، 1965، ص،48
22۔ نزاکت اقبال، مقالہ نگار، اوریئنٹل، اسلام آباد، 2019، ص،19
23-حسن منظر "رہائی" آگہی پبلیکیشنز، حیدر آباد، سندھ، 1981، ص،89

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

24-طاہرہ غفور بانو قدسیہ کے افسانے "کلو" کا مابعد نو آبادیاتی تناظر میں تجزیہ، مشمولہ "معیار" شمارہ، 15، جلد، 02، بین الاقوامی یونیورسٹی، اسلام آباد،، 2020، ص، 168

25-حسن منظر "رہائی" ص، 80

26-ایضا، ص، 83

27-طاہرہ غفور بانو قدسیہ کے افسانے "کلو" کا مابعد نو آبادیاتی تناظر میں تجزیہ، مشمولہ "معیار، ص، 168

28-حسن منظر "رہائی" ص، 86

29-نزاکت اقبال، مقالہ نگار "لندن کی ایک رات کا نو آبادیاتی اور مابعد نو آبادیاتی مطالعہ، ص، 15

30-حسن منظر "رہائی" ص، 91

31- ص، 87

32- ص، 100

33-ص، 95

34-ص، 99